دار الافتاء

عزیز زبیدی۔

استفتاء

ضلع مظفر گڑھ سے ایک طالب علم لکھتے ہیں:۔

۱۔ ہمارے ایک مولوی صاحب برسی کی دعوت میں شریک ہوئے، وہاں سے کھانا کھایا نیز کھانا اور مٹھائی قبر پہ لے گئے جہاں قرآن خوانی کی گئی پھر وہ مٹھائی اور کھانا تقسیم کیا، میں نے کہا کہ یہ سنت کے خلاف ہے، بدعت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں، اگر ہو تو پیش کرو پھر مجھے مدرسہ سے نکال دیا۔

کیا واقعی اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور یہ بھی کچھ جائز ہے؟

۲۔ اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں ایسا کوئی مقام نہیں ہے جس کا جواب مقتدی کو دینا چاہیے، صحیح کیا ہے؟

الجواب:۔

قبرستان ایک ایسے عبرت آموز شہر خاموشاں کا نام ہے، جہاں بے بسی برستی ہے اور زندگی نوحہ کناں نظر آتی ہے۔ وہاں کام و دہن کے چٹخاروں کا ہوش کہاں، اگر ابھی ان چٹخاروں کی گنجائش وہاں باقی ہے تو پھر وہ قبرستان کہاں؟ یہ قبرستان ہے، حلوائی کی دکان نہیں ہے کہ وہاں مٹھائیوں کا شوق پورا کیجئے۔ یہ مذبح خانہ ہے، نہ کوئی بت خانہ کہ وہاں بجھ مٹی چبوتروں کے نذرانے پیش کیے جائیں۔

حیرت ہے کہ ان دوستوں کو قبرستان میں جا کر بھی کھانے اور لطف اندوز ہونے کا ہی ابھی ہوش رہتا ہے حالانکہ حضورؐ اگر اس میں قدم رکھ لیتے تو رو رو کر مٹی تر کر دیتے تھے۔

عن البراء قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فجلس علی شفیر القبر فبکی حتی بل الثری ثم قال یا اخوانی لمثل ھذا فاعدوا۔

(ابن ماجہ باب الحزن والبکاء ص ۳۱۹)

حضرت براء فرماتے ہیں ہم (ایک دن) جنازہ میں حضورؐ کے ہمراہ تھے تو ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے، پھر اتنا روئے کہ زمین کی مٹی بھیگ گئی۔ پھر فرمایا بھائیو! اس جیسے مقام کے لیے سامان کر لو۔

ایک دفعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے، جب رات ہوئی تو حضورؐ مجھے سوتا چھوڑ کر کھسک گئے۔ میں آپ کے پیچھے ہوئی، دیکھا تو آپ (مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان) جنت البقیع میں جا پہنچے اور تین بار دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، پھر میں آپ سے پہلے گھر واپس پہنچ گئی۔ آپ کو اس کا پتہ چل گیا۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے آکر کہا کہ آپ ان کے لیے یعنی جنت البقیع کے مردوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔

فامرنی ان آتی البقیع فاستغفر لھم (نسائی ص ۲۸۶ باب الامر بالاستغفار للمومنین)

روایت میں آیا ہے کہ ان کے لیے دعا و استغفار کے لیے تین بار ہاتھ اٹھائے اور کافی دیر تک اس میں مصروف رہے (فالحال ص ۲۸۶ نسائی)

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو حضورؐ! میں کیسے کیا کروں؟ فرمایا: یوں:

السلام علی اهل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون (نسائی ص ۲۸۶)

اس دیس کے رہنے والے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرے جو ہم میں سے پہلے چلے گئے یا پیچھے، ہم بھی انشاء اللہ تم سے آکر ملنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:-

جب کبھی رات کو، رات کے پچھلے حصے میں جنت البقیع تشریف لے گئے ہیں تو یہ دعا پڑھی ہے:

السلام علیکم دار قوم مومنین انا وایاکم متواعدون غدا و مواکلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد

(نسائی باب مذکور ص ۲۸۶)

انہی سے یہ دعا بھی مروی ہے کہ: آپ جب کبھی کسی قبرستان تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون، انتم لنا فرط ونحن لکم تبع اسأل اللہ العافیۃ لنا و لکم (نسائی۔ ایضاً)

اے (اس) دیس کے مسلمان (باسیو) تم پر سلام، ہم بھی تم سے آکر ملنے والے ہیں، تم ہمارے پیش رو ہو، ہم تمہارے پیچھے پیچھے آنے کو ہیں، تمہارے لیے اور اپنے لیے اللہ سے عافیت اور سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

حضورؐ اپنی والدہ کی قبر پر پہنچے تو خود بھی روئے اور ساتھیوں کو بھی رلایا۔

زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امه فبکی وابکی من حوله۔

(رواہ مسلم ص۳۱۲/۱)

مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کا بھی یہی حال تھا۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب کبھی کسی قبر پہ گزر ہوتا تو دیکھ کر اتنا روتے کہ ان کی داڑھی بھیگ جاتی۔ (مسند احمد ص۶۳/۱)

الغرض اہل دل لوگ قبروں پر جاکر رو رو کر نڈھال ہوتے ہیں، وہ پیٹو نہیں ہوتے کہ وہاں جاکر بھی کھانے پینے کا ہی شوق منائیں۔

اہل قبور آپ کی مٹھائیوں اور قرآن خوانی کے منتظر نہیں ہوتے، وہ تو آپ کی دعاؤں کے محتاج ہوتے ہیں، جیسے ڈوبتا بندہ پکارتا ہے کہ کوئی جاکر اس کو تھام لے: یعنی ماں باپ، بھائی بند اور دوست احباب اس کے لیے خدا سے دعا کریں۔

ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق۔

(شعب الایمان، البیہقی، مشکوٰۃ ص۲۰۶۔ کتاب الاسماء فی الاستغفار)

مٹھائی تو کیا، فرمایا دنیا ومافیہا سے بھی زیادہ ان کو یہ دعائیں عزیز ہوتی ہیں:

فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا وما فیها (شعب الایمان)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بھائیوں کی طرف سے اپنے مردوں کے لیے استغفار سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں۔

وان هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم۔

(شعب الایمان۔ مشکوٰۃ ص۲۰۶)

اولاد کی دعائیں ان کے لیے بڑے کام کی اکسیریں ہیں۔

یارب انّٰی لی هذه؟ یقول باستغفار ولدك لك (مشکوٰۃ، احمد)

قرآن وحدیث کے مجموعی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں جانے سے غرض:۔

۱۔ درس عبرت ہے۔ ۲۔ موت کی یاد ہے۔

۳۔ اہل ایمان کے لیے دعا و استغفار ہے۔

۴۔ غیر مسلموں سے خطاب کر: کیا تم نے وہ سب کچھ دیکھ لیا، جس کو تم جھٹلاتے رہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) بھی یہی لکھتے ہیں:

مقصود شرع آن است کہ از موت بیت عبرت گیرند و پند پذیرند و در تفکر آخرت مشغول شوند و از غفلت ہشیار شوند (فتاوے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جاتے تو صرف دعا اور استغفار کے لیے۔

عادت شریف آن بود کہ گذشتگاں را زیارت می کرد از برائے دعا و ترحم و استغفار۔

(مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

اس کے ماسوا ہمارے دوستوں نے جتنے اور جیسے کچھ شوشے ایجاد فرمائے ہیں، قرآن وحدیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اس سلسلے میں صحیح ضابطہ یہ ہے کہ:

جو امور حضورؐ کے زمانے میں موجود تھے، اور رکاوٹ بھی کوئی نہیں تھی، لیکن آپ نے ان کو اختیار نہیں فرمایا، تو اب اگر ان کو دین بنانے کی کوشش کرے گا تو وہ شرعاً بدعت کہلائیں گے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں قبرستان موجود تھے، آپ کا ان پر گزر بھی ہوتا تھا اور کبھی کبھار خود بھی تشریف لے جاتے تھے، بعض اہل قبور کے سلسلے میں آپ نے بے اطمینانی بھی محسوس فرمائی۔ لیکن اس کے باوجود، نہ وہاں قرآن خوانی کرائی، نہ کھانا، پھل اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کی، حالانکہ قبرستان بھی تھے، اور آپ کر بھی سکتے تھے، مگر یہ باتیں نہیں کیں، جو یہ دوست کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کی ضرورت نہیں تھی اور نہ اس میں اہل قبر کے لیے کوئی مفید بات تھی۔ ورنہ قطعاً آپ ان سے اغماض نہ فرماتے۔

ہاں اگر کیا تو صرف یہ کیا کہ ان کے لیے دعا فرمائی، استغفار کیا جیسا کہ جنت البقیع میں جا کر کیا کرتے تھے یا یہ فرمایا کہ قبروں کو جا کر دیکھا کرو، اس سے دنیا کی ہوس گھٹتی ہے، آخرت اور موت یاد آتی ہے فانہا تزھد فی الدنیا و تذکر الآخرۃ (ابن ماجہ)

دراصل ارواح کے سلسلے کے یہ نذرانے، ایصال ثواب اور خیرات، عہد جاہلیت کے باقیات میں سے کچھ ترمیم شدہ شکلیں ہیں، کیونکہ بت پرستی ایک ایسی واضح ضلالت ہے کہ اب اس کے متداول طریقوں کو اپنانا آسان بات نہیں تھی، کیونکہ کلمہ پڑھ لیا تھا، مگر عہد جاہلیت کے ارواحوں کے چکر سے یہ لوگ نہ نکل سکے۔

اہل جاہلیت "ریام نامی ہیکل" کی بڑی تکریم کیا کرتے تھے اور اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے، دوسری صدی ہجری تک اس عمارت پر قربانی کے خون کے نشانات باقی تھے (ملاحظہ ہو یاقوت لفظ "ریام")۔

ذوالخلصہ ہیکل پر چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ (یاقوت، لفظ ذوالخلصہ) بت خانوں کی آبادی اور معارف کے لیے لوگ اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ ان کی نذر کیا کرتے تھے۔ ستارہ پرست قوموں کے متعلق آیا ہے کہ وہ بڑے بڑے اونچے اونچے ستون یا ہیکل بنائے جاتے تھے یا پہاڑوں پر بت خانے اور مذبح تیار ہوتے تھے۔ اپنی، بچوں کی اور مویشی کی صحت و سلامتی کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں۔ ہبل نامی بت کے لیے اونٹ کی قربانی سب سے بہتر سمجھی جاتی تھی۔ لوبان اور دیگر بخورات اُن کے لیے جلائے جاتے تھے، اصحاب الحجر کے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان کا صحن اُن کے نزدیک حرم کا حکم رکھتا تھا، لات نامی بت اس پر بھی چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ قربانیاں ہوتی تھیں، ان کی نذریں مانی جاتی تھیں، لوگ ان کی یاترا کو آتے تھے (ماخوذ از ارض القرآن)

اپنے مردوں کی نجات اور بخشش کے لیے بھی اُن کے ہاں رواج پایا جاتا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ:

"عام عقیدہ یہ تھا کہ جو آدمی کسی دفن کے یہ رسوم، جن میں پوجا پاٹ، جادو، ٹوٹکا اور منتر وغیرہ شامل تھے، ادا کرے وہ اپنے متوفی رشتہ دار کے لیے نجات کا بندوبست کر دے گا۔"

(اسلام اور مذاہب عالم ص۹۶)

یہ مختصر سے نمونے ہیں، جن سے غرض یہ ہے کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ جو کچھ آج کل کر رہے ہیں، عہد جاہلیت میں بھی اُن کا رواج تھا، جن کی اصلاح کے لیے انبیاء کرام کو بڑی جدوجہد کرنا پڑی تھی، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کافر ہو کر ایسا کرتے تھے اور ہم کلمہ پڑھ کر سب کچھ کیے جا رہے ہیں۔

اب مسلمان صرف پوجا (یعنی سجدہ) نہیں کرتے، کیونکہ کلمہ پڑھنے کے بعد ایسا مشکل ہو گیا ہے، باقی جو کچھ اور جیسے کچھ اوہام پرستی اُن کے ہاں مروج تھی وہ بھی کچھ ہمارے ہاں بھی رواج پا گئی ہے۔ کبھی ارواح دینے کے بہانے قبروں کو اٹھ دوڑتے ہیں، کبھی نذر و نیاز کے تصور سے اُن کے ہاں حاضری دیتے ہیں اور کبھی اُن کو سفارشی بنا کر اپنی بگڑی بنانے کے جتن کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (پ۲۴۔ زمر ع۴)

"کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟"

باقی رہی ارواح دینے کی باتیں، سو وہ دراصل "ارزاں نجات اور سستی بخشش" کے سودائیوں کے لیے ایک حیلہ تجویز کیا گیا ہے تاکہ ع

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

کے بول پورے ہوں، عمر بھر حماقتوں میں مصروف رہے جب مر گئے تو ورثا دو چپڑی روٹیوں، حلوے مانڈے

کی چار چلیٹوں، اور ایک دو چھتروں اور بکروں کی قربانیوں، ملاں کے "معروف ختم" کے دو دیگوں اور چار قوالوں کے طبلوں کی تھاپ دے کر اس کے لیے "بہشت" خریدنے کے جتن کرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ کے بندو! خدا کہتا ہے کہ: دوسرے کے کرنے سے کچھ سے کچھ نہیں ہوتا تمہارے کام صرف وہ آئے گا جو خود کر سکو گے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (پ۲۷۔ النجم ع۳)

"آدمی کو صرف وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔"

فرمایا: جو کچھ اس نے کمایا ہے، وہ اس کو ضرور دکھایا جائے گا اور پھر اس کا پورا پورا بدلہ اس کو دیا جائے گا۔

وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۔ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی (ایضاً)

"اور یہ کہ اس کو اس کی کمائی ضرور دکھائی جائے گی۔ پھر اس کو بدلہ ملنا ہے پورا بدلہ"۔

جب یہ بات لازمی ٹھہری تو پھر ان الٹوں تلٹوں کا کیا فائدہ جو آپ کرتے رہتے ہیں۔ ہاں قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ: مرنے والے کو ان امور سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے:

سب سے پہلے مرتے وقت اُن کے خاتمہ کی فکر کی جائے کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہو، کیونکہ اگر خاتمہ ایمان پر نہ ہو تو پھر اُن کے خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے، خاص کر ان لوگوں کا جن کی زندگی عموماً نفس و طاغوت کے تابع رہتی ہے۔ اس لیے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالم نزع میں ان کے سامنے کلمہ شریف کا ورد سورۃ یٰسین کی تلاوت اور:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

کا ورد زیادہ کیا جائے تاکہ اُن کو اپنے ایمان کا ہوش رہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مسلم) اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاكُمْ (ابوداؤد و ابن ماجہ) لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ (ابن ماجہ)

دُعا

دعائیں کی جائیں اور اُن کی متعدد شکلیں ہیں:

۱۔ وقت اور تعداد کی قید کے بغیر وقتاً فوقتاً اُن کے لیے دُعائیں کی جائیں جیسا کہ قرآن حکیم نے اس کو بیان کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (پ ۲۸ - الحشر ع)

"اور ان کا بھی حق ہے، جو مہاجرین اولین کے بعد آئے، دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے اور ان بھائیوں کے گناہ معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایسا کر کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں کہ اُن کی طرف سے ہمارے دلوں میں کسی طرح کا کینہ نہ آنے پائے، اے ہمارے رب تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

ب - دوسرا یہ کہ جنازہ میں اُن کے لیے بڑے الحاح وزاری سے دعائیں کی جائیں۔

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

ج - متبع سنت لوگ کم از کم چالیس یا سو حضرات ان کی نماز جنازہ میں اس کے لیے دعا اور سفارش کریں،

مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيْهِ (رواہ مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ (مسلم)

یہ چالیس یا سو تعداد ان بزرگوں کی جو شرک و بدعت سے محفوظ ہوں اس لیے بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگ بہرحال ایسے ویسے آدمی کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے۔ اس لیے جب یہ حضرات کسی آدمی کی سفارش کریں گے تو یقیناً اُن کی وہ کمزوریاں ضرور معاف کر دی جائیں گی جو بشری کمزوریوں کا نتیجہ ہو سکتی ہیں بہرحال ایسے صلحا کا کسی میت پر جمع ہو جانا اس کی بڑی خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

دوم جب اس کو دفن کر لیا جائے تو اس کے لیے استغفار اور قبر میں ثابت قدم رہنے کی دُعا کی جائے۔

فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ۔

(رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی)

اس کی متعدد شکلیں ہیں:

جب قبر میں اتارنے لگیں تو:

بِسْمِ اللهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ۔

پڑھے۔

قال ابن المسیب حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعها فی اللحد

قال بسم اللہ و فی سبیل اللہ۔

جب قبر میں رکھ کر اُسے درست کرنے لگے تو:

اللھم اجرھا من الشیطان و من عذاب القبر پڑھے۔ جب اس پر مٹی ڈال کر فارغ

ہو جائے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ پڑھے،

اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منک رضوانا۔ پڑھے

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اسے حضور سے سُنا ہے (ابن ماجہ و بیہقی)

دفن کر کے قبر پر کھڑے ہو کر یہ تلقین کرے۔

یا فلان بن فلان اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الہ

الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ وانک رضیت باللہ ربا و بالاسلام

دینا و بمحمد نبیا و بالقرآن اماما (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وابن مندہ)

دفن کر کے قبر پر کھڑے ہو کر یہ کہے:

اللھم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظھرہ اللھم ثبت عند المسئلۃ

منطقہ ولا تبتلہ فی قبرہ بما لا طاقۃ لہ بہ

(سعید بن منصور)

حضرت علی یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللھم

عبدک نزل بک وانت خیر منزول بہ خلف الدنیا خلف ظھرہ

فاجعل ما قدم خیرا مما خلف فانک قلت: وما عند اللہ خیر للابرار

(اخرجہ البزار)

حضرت انس سے یہ مروی ہے،

اللھم جاف الارض عن جنبیہ وافتح ابواب السماء لروحہ وابدلہ

دارا خیرا من دارہ (ابن ابی شیبہ)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم عبدک رد الیک فارأف بہ وارحمہ اللھم جاف الارض

عن جنبیہ وافتح ابواب السماء لروحہ وتقبلہ منک بقبول حسن اللّٰھم ان کان محسناً فضاعف لہ فی احسانہ ..... وان کان مسیئاً فتجاوز عنہ

(ابن ابی شیبہ)

تسبیح اور تکبیر کثرت سے کہے۔

لما دفن سعد بن معاذ سبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسبح الناس معہ ثم کبر وکبر الناس (الطبرانی والبیہقی)

قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ (مفلحون تک) اور پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کا آخری حصہ (امن الرسول سے آخیر تک) پڑھی جائے۔ (طبرانی عن العلاء بن اللجلاج ماخوذ از شرح الصدور)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے:

اللّٰھم اسلمہ الیک الاھل والمال والعشیرۃ وذنبہ عظیم فاغفر لہ،

عن ابی مدرک الاشجعی ان عمر اذا استوی علی المیت قبرہ قال

(مصنف عبد الرزاق)

ابن ابی شیبہ میں ہے

اللّٰھم اسلمہ الیک المال والاھل والعشیرۃ والذنب العظیم فاغفر لہ

(۳۳۸/۳)

حضرت علی رضہ سے یہ بھی مروی ہے۔

اللھم عبدک وولد عبدک نزل بک الیوم وانت خیر منزول بہ اللّٰھم وسع لہ فی مدخلہ واغفر لہ ذنبہ فانا لا نعلم منہ الا خیرا وانت اعلم بہ (عبد الرزاق وابن ابی شیبہ)

حضرت علاء بن المسیب اپنے والد سے یہ نقل فرماتے ہیں،

فی سبیل اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ملۃ ابراھیم حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔ اللّٰھم ثبتہ بالقول الثابت فی الاخرۃ اللھم اجعلہ فی خیر ما کان فیہ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ (مصنف ابن ابی شیبہ)

بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللّٰھم اجرہ من عذاب

القبر ومن عذاب النار، ومن شر الشیطن۔

حضرت مجاہد اس کے لیے اس دُعا کی سفارش کرتے تھے۔

بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللّٰھم افسح لہ فی قبرہ ونور لہ قبرہ والحقہ بنبیہ وانت عنہ راض غیر غضبان (عبد الرزاق)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے۔

بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ وبالیقین بالبعث بعد الموت (ایضاً)

نیک اولاد اپنے والدین کے لیے استغفار اور دعائیں کریں۔

او ولد صالح ید عولہ (مسلم عن ابی ھریرۃ) ان اللہ یرفع الدرجۃ للعبد الصالح فی الجنۃ فیقول یا رب انّٰی لی ھذا؟ فیقول لاستغفار ولدک لک (بیہقی) بدعاء ولدک لک (الادب المفرد)

ماں باپ دوست احباب کی نیک دعاؤں سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

ما المیت فی قبرہ الا شبہ الغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او ولد او صدیق ثقۃ فاذا الحقتہ کانت احب الیہ من الدنیا وما فیہا (اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان وفی سندہ ابو عیاش المعیص محمد بن جابر قال الذہبی لا اعرفہ وقال ھذا الخبر منکر)

اگر آپ کے اہل قبور کو کسی اچھے کام کی عادت تھی، اسے جاری رکھیے۔

والسنۃ والحسنۃ یسنہا الرجل فیعمل بہا بعد موتہ (دارمی)

اگر کوئی فریضہ اُن کے ذمے رہ گیا ہے مثلاً روزہ یا حج وغیرہ تو اُن کی طرف سے وہ ادا کیا جائے

قال من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ (صحیحین)

جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان امی ماتت وعلیہا صوم شہر افا صوم عنہا فقال نعم فدین اللہ احق ان یقضی (ایضاً)

من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنہما (اخرجہ البیہقی فی فوائدہ)

ان امراۃ من جہینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنہا قال حجی عنہا ارأیت لو کان علی

ارأیت دین کنت قاضیتہ، اقضوا اللّٰہ فاللّٰہ احق بالقضاء (بخاری)

ان رجلا اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یارسول اللّٰہ ان امی ماتت نفسھا ولم توص واظنھا لو تکلمت تصدقت افلھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم

(بخاری)

ایک میت کے سر پر کسی کے دو دینار قرض تھے، آپ نے ان کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت قتادہؓ نے جب ادا کر دیے تو آپ نے فرمایا: اب آپ نے اس کو ٹھنڈک پہنچائی۔

الآن بردت علیہ جلدہ (رواہ احمد والبیھقی)

یہ سب صورتیں خدا سے التماس اور درخواست کی ہیں یا میت کی طرف سے نیابت کی — ایصال ثواب نیابت سے مختلف صورت ہے، جس کا اوپر کی احادیث میں کوئی نشان نہیں ملتا۔

یہ وہ مسنون حقائق ہیں، اگر کوئی شخص ان کے ذریعے اہل قبور کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو ایک بات ہوئی، لیکن افسوس! دنیا اب خانہ ساز رسومات کے ذریعے اپنے مردوں کی خدمت کرنا چاہتی ہے، جو ہو سکتا ہے، وہی امور اس کے لیے بازپرسی اور جواب دہی کا سبب بن جائے۔

"ءَاَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِی وَاُمِّیَ اِلٰھَینِ مِن دُونِ اللّٰہِ (مائدہ ع)

(اے عیسیٰؑ) کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو (بھی) دو خدا مانو!—؟

یہاں صرف بات یہ نہیں کہ: انہوں نے ان کے ارواح کے لیے مٹھائیاں تقسیم کیں، یہ بھی ہے کہ: قبرستان میں جا کر یہ سب کچھ کیا — رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وائمہ تابعین کے مبارک دور میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا — حضور کا ارشاد ہے کہ جو بات ہمارے تعامل کے خلاف ہو وہ مردود ہے کیونکہ بدعت ہے۔

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (بخاری ومسلم)

فقہائے کرام نے بھی اس امر کی مذمت کی ہے اور اسے بدعت کہا ہے کہ قبروں میں میٹھی چیزیں لے جا کر تقسیم کی جائیں۔ یا وہاں جا کر قرآن خوانی کی جائے۔

شیخ علی متقی حنفی لکھتے ہیں۔

الاول للقراءۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ (رسالہ رد بدعات التعزیہ)

شیخ علی متقی کے شاگرد رشید حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

"وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں، وایں مجموع بدعت است (مدارج النبوت)

" یعنی زمانہ سلف میں یہ دستور نہ تھا کہ میت کے لیے لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی کریں یا ختم پڑھیں، نہ قبر پر نہ دوسری جگہ، یہ سب بدعت ہیں"

آگے چل کر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

عادت نبود کہ اہل میت برائے کساں کہ بہ تعزیت بیایند طعام کنند (مدارج النبوت)

کہ وہاں یہ بھی دستور نہ تھا کہ جو لوگ افسوس کرنے کے لیے آئیں ان کے لیے کھانا تیار کریں۔

حضرت امام ابن قیم ( ) فرماتے ہیں:۔

لم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقرأ لہ القرآن لا عند القبر ولا عند غیرہ وکل ھذا بدعۃ حادثۃ بعدہ مکروھۃ (زاد المعاد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور نہیں تھا کہ تعزیت اور قرآن خوانی کے لیے اکٹھے کیا جائے، قبر پہ ہو یا کسی اور جگہ، یہ سب ناپسندیدہ بدعتیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔"

فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنا بدعت ہے۔

قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ

(فتاویٰ سمرقندیہ)

ایک اور امام لکھتے ہیں:

والاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والطیب واشمار وغیرھا ثمہ وکذالک تجبیر الحور واللبان والاطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ (رسالہ رد بدعات ملا اخندی)

حنفیوں کے فتاوے بزازیہ میں ہے۔

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء

للختم القرآن اذ سورۃ الانعام واز الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ (فتاوی بزازیہ)

"یعنی مکروہ ہے کھانا تیار کرنا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد اور کھانا لے جانا قبر پر کسی موسم میں اور تیار کرنا دعوت کا، قرآن پڑھنے والوں کے لیے اور صلحاء اور قاریوں کا ختم کے لیے یا سورۃ انعام اور اخلاص کے پڑھنے کے لیے جمع ہونا (سب مکروہ ہے) الحاصل قرآن پڑھنے والوں کے سلنے کھلانے کے لیے کھانا پکانا مکروہ ہے"۔

یہ حنفی امامانِ دین کی تصریحات ہیں۔ کم از کم حنفی بزرگوں کو تو ان کے سامنے دم نہیں مارنا چاہیئے، باقی رہے اہل حدیث؟ سو ان کا تو مسلک ہی یہ ہے:

فاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

بات یہ ہے کہ: مسنون طریقے سے جو مفید امور انجام دیئے جاتے ہیں، ان کی وجہ سے کسی انسان کے لیے یہ سوچنا مشکل ہوتا ہے کہ اگر ہم عمل نہ کر سکے تو پیچھے سے ہمیں "ثواب" کی پلٹیاں پہنچتی رہیں گی، لیکن ایصالِ ثواب کے جو طریقے ہمارے دوستوں نے ایجاد کر رکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے بعد ایک بےعمل شخص ان پر تکیہ کر سکتا ہے جس کا نتیجہ طویل غفلت اور غفلت کی وجہ سے "مستقبل کے تاریک اور اتھاہ اندھیروں میں گھر کر اس کی عاقبت ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

ویسے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں جس طرح مفت خوروں کی کوئی عزت نہیں ہوتی، بعینہٖ آخرت میں بھی "مفت خوروں" کے لیے کوئی جگہ اور عزت نہیں ہے۔ لیکن آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس کا اندازہ نہیں ہو گا۔ مگر جب اس کا اندازہ ہو گیا اس وقت تیر ہاتھ سے نکل چکا ہو گا۔ ان حلوہ خور ملاؤں سے خدا کے ہاں ضرور باز پرس ہو گی۔ جنہوں نے عوام کالانعام کو ثواب کی ان روحانی بلٹیوں کی راہ پر ڈال کر ان کی آخرت کو خراب کرنے کے سامان کر رکھے ہیں۔

۲۔ قرآن کی آیات کا جواب

جس مولوی صاحب نے اس کو بدعت کہا ہے، زیادتی کی ہے۔ بلکہ یہ طریقہ مسنون بھی ہے اور معقول بھی۔

یہ ہم سب کا متفقہ مسئلہ ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کے "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" پر پہنچے تو "آمین" کہی جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا حکم دیا ہے۔

اذا قال الامام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" فقولوا "امین"

(بخاری۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

یہ مسئلہ الگ ہے کہ مقتدی کو اس موقع پر "آہستہ آمین" کہنا چاہیے یا اونچی آواز سے۔ لیکن یہ مسئلہ سب کے نزدیک صحیح ہے کہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کے جواب میں "آمین" کہی جائے۔ گویا کہ یہ مسئلہ محدثین کا بھی ہے اور فقہاء کا بھی۔

جب آپ کہتے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کی جو راہ راست سے بھٹک گئے تو یہ ایک ایسی صدا ہے جس کو سن کر سب کی زبان پر بے ساختہ آجاتا ہے: "آمین" (الٰہی ایسا ہی ہو)۔

یہ ایک باذوق اور فہمیدہ انسان کی فطرت ہے کہ مناسب محل موقع پر نفیاً یا اثباتاً اس کے دل سے ایک "ہوک" ضرور اٹھتی ہے جو زبان پر آہی جاتی ہے۔ بس اسی فطری داعیہ کا یہ ایک اقتضاء بھی ہے اور جواب بھی — اسی کو "جواب آیت" کہتے ہیں کیا یہ بُرا ہے؟

ترمذی شریف تفسیر "سورۃ الرحمٰن" میں روایت آتی ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوّل سے لے کر آخر تک صحابہ کے سامنے "سورۃ الرحمٰن" پڑھی، مگر صحابہ چپ رہے، آپ نے فرمایا تم سے تو جن ہی اچھے رہے کہ لیلۃ الجن جب بھی "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" پر پہنچا تو وہ جواباً کہتے لا بشیءٍ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد۔

عن جابر خرج رسول اللہ صلی اللہ وسلم علی اصحابہ فقرء علیھم سورۃ الرحمٰن من اولھا الی اخرھا۔ فسکتوا فقال لقد قرأتھا علی الجن لیلۃ الجن فکانوا احسن مردوداً منکم، کنت کلما اتیت علی قولہ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ قالوا لا بشیءٍ من نعمک ربنا فلک الحمد

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب الخ)

اس کے ایک راوی زہیر پر لے دے ہوئی ہے لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے، حافظ ابو جعفر ابن جریر نے حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ترمذی کے شارح لکھتے ہیں کہ یہ روایت ابن منذر، حاکم، بیہقی، بزاز نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

اخرجه ابن منذر والحاکم وصححہ والبیہقی والبزار (تحفۃ الاحوذی) پر لکھتے ہیں کہ اس کا شاہد ہے یعنی ابن عمر کی روایت۔ اور سیوطی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ففی الحدیث ضعف لکن لہ شاھد من حدیث ابن عمر اخرجه ابن جریر والبزار والدار قطنی فی الافراد وغیرھم وصحح السیوطی اسنادہ کما

فی فتح البیان (تحفۃ الاحوذی تفسیر سورۃ الرحمٰن)

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ: اگر دوسرا بھی کوئی پڑھے تو سننے والے کو چاہیے کہ وہ اس کا جواب دے۔ دراصل یہ جواب پڑھنے کی سزا نہیں ہے بلکہ ایک "بات" کے عرفان کا نتیجہ ہے، وہ عرفان جیسے قاری کے لیے ممکن ہے ویسے ایک سامع کے لیے بھی بجا ہے۔

غور فرمایئے! قرآن حکیم کہتا ہے، "قل ھو اللہ احد" مثلاً تو بول! کہ وہ اللہ ایک ہے۔ ایک شخص سنتا ہے مگر چپ ہے، اور جواب میں "ھو اللہ احد" نہیں پڑھتا تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس نے کوئی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے—؟

قرآن مجید، تدبر اور تفکر کی دعوت دیتا ہے، تاکہ امتثال میں کوئی کمی نہ رہے۔ آپ غور کرتے ہیں کہ اللہ میاں فرما رہے ہیں۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ (کیا اللہ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟) اگر سننے والا اس پر یہ کہہ دے کہ: بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (کیوں نہیں! میں اس کی شہادت دیتا ہوں) تو کیا اس نے محل وقوع کا تقاضا پورا کیا یا کوئی جرم؟ یقین کیجیے! یہ جرم نہیں، نکتہ سنجی ہے، چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب آیت رحمت آتی تو ٹھہر کر رب سے رحمت مانگتے اگر آیت عذاب ہوتی تو پناہ مانگتے۔

لایمر بایۃ رحمۃ الا وقف فسأل   بآیۃ عذاب الا وقف فتعوذ

(نسائی باب الدعاء فی السجود)

یہ نبوی فراست، محمدی اسوہ اور کمال عبدیت کا نشان اور علامت ہے کہ رب کے خطاب کی نزاکت اور تقاضوں کو سمجھتے اور محل موقع سے فائدہ اٹھاتے۔ قرآن حمید کے مشہور مفسر، محشی اور علمائے احناف کے قابل ذکر عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی سورۂ رحمٰن کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علماء نے ایک حدیث صحیح کی بنا پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ" سنے تو جواب دے "لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ" (اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، سب حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے" حاشیہ سورہ رحمٰن)

نوٹ:۔ استفتا کثرت سے آتے ہیں، جن کا جواب بہرحال دیا جاتا ہے لیکن باری کے حساب سے، اس لیے جتنی تاخیر ہو جاتی ہے وہ بالکل قدرتی بات ہے۔ تاہم ہم مستفتی حضرات سے اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔